بحر العلوم عبد العلی محمد فرنگی محلی

(۲)

ڈاکٹر محمد اقبال انصاری صدر شعبہ اسلامیات، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

بحر العلوم کا لقب اس بارے میں تذکرہ نگاروں کے درمیان اختلاف ہے کہ بحر العلوم کے لقب سے آپ کو کس نے نوازا، رحمان علی[۱]، سید سلیمان ندوی[۲] اور یوسف کوکن[۳] وغیرہ نے لکھا ہے کہ یہ خطاب نواب محمد علی والاجاہ کا دیا ہوا ہے۔ شیخ الطاف الرحمٰن نے لکھا ہے کہ "مولانا شاہ ولی اللہ قدس سرہ محدث دہلوی نے آپ کو بحر العلوم کے لقب سے ملقب کیا تھا[۴]" البتہ مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی (م ۱۹۴۱ء) کا خیال ہے کہ نواب محمد علی والاجاہ نے ملک العلماء کا خطاب دیا تھا اور شاہ عبد العزیز نے بحر العلوم کے لقب سے ملقب فرمایا، انھوں نے لکھا ہے کہ ملا حسن[۵]

۱۔ رحمان علی: مصدر سابق، ص ۳۰۵

۲۔ سید سلیمان ندوی: مولانا بحر العلوم اور ان کی ایک صدی کی سالگرہ، الندوہ (ماہنامہ، لکھنؤ) جلد ۴ شارہ ۵ (جون ۱۹۰۷ء)، ص ۲۲۔ ۳۔ کوکن: مصدر سابق، ص ۱۷

۴۔ الطاف الرحمٰن: احوال علمائے فرنگی محل (لکھنؤ، بت) ص ۶۵

۵۔ مولوی محمد حسن بن قاضی غلام مصطفےٰ المعروف بملا حسن (م ۱۲۰۹ھ) صاحب شرح سلم العلوم محب اللہ البہاری (م ۱۱۱۹ھ)

جب لکھنؤ سے ترک وطن فرما کر رامپور و دہلی گئے اور کچھ مدت دہلی میں قیام فرمایا تو حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے شاگردوں کو خبر ہوئی وہ ملا حسن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کسی بحث علمی پر بحث کرنے لگے۔ ملا حسن نے جوابات معقولہ سے ان کی تشفی کر دی وہ حضرت شاہ صاحب کے پاس واپس گئے اور ملا حسن کی تعریف کرنے لگے۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ ان معقولیوں کو حدیث و قرآن سے بالکل بے خبری ہوتی ہے۔ یہ بیچارے عمر بھر قال الشیخ وقال الرازی میں پڑے رہتے ہیں۔ ملا حسن اس عرصہ میں رامپور واپس ہو چکے تھے۔ کسی نے بحرالعلوم تک یہ واقعہ پہونچا دیا، بحرالعلوم نے جواب میں 'ارکان اربعہ' لکھ کر شاہ صاحب کی خدمت میں بھیجی حضرت شاہ صاحب نے اس کے جواب میں جو خط بھیجا اس میں نہایت توصیف ومدح مولانا کی لکھی اور خط کے عنوان میں مولانا کو بحرالعلوم کے لقب سے ملقب فرمایا۔ خدا کی قدرت کہ حضرت شاہ صاحب کے قلم سے نکلا ہوا خطاب آج عالم میں شہرت پا گیا اور کتب اہل علم کے حلقوں میں نام اور شاہی خطاب سے زائد حضرت شاہ صاحب کا عطیہ خطاب مشہور ہے۔" علامہ سید سلیمان ندوی (م ۱۹۵۲ء) نے بحرالعلوم اور ملک العلماء دونوں خطابوں کو ایک ہی جگہ لکھا ہے "عجیب حسن اتفاق کا کرشمہ" بتلایا ہے کہ "مدراس جہاں مولانا نے مدتوں قیام کیا زندگی ختم کی کوئی بحرالعلوم کو نہیں جانتا اور ادھر جہاں مولانا پیدا ہوئے، پرورش پائی، بڑھے کوئی ملک العلماء کو نہیں پہچانتا" لیکن شاید سید صاحب کو ارکان اربعہ کے سبب تالیف کی روایت نہیں پہونچی تھی ورنہ وہ 'حسن اتفاق' کی بجائے اسے قرین قیاس سمجھتے کہ جو جہاں کا خطاب تھا وہیں زیادہ مشہور ہوا۔

اس لئے زیادہ قرین قیاس یہی ہے کہ بحرالعلوم کا خطاب شاہ عبدالعزیزؒ کا عطا کردہ

۱۔ عنایت اللہ: مصدر سابق، ص ۱۴۰۔۱۴۱

۲۔ ندوی: مصدر سابق، ص ۲۲

ہے جیساکہ واقعہ مذکورہ بالا سے معلوم ہوتا ہے پھر شاہ ولی اللہ کی وفات ۱۱۷۶ھ میں ہوئی اور ارکان اربعہ غالباً اس کے بعد کی تصنیف ہے ۔ البتہ اگر بحر العلوم کو عوامی لقب اور ملک العلماء کو سرکاری خطاب قرار دیا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا اس لئے کہ بحر العلوم کا لقب تو آپ کی ذات ہی تک محدود رہا لیکن آپ کے انتقال کے بعد ملک العلماء کا خطاب آپ کے داماد ملا علاء الدین کو بھی ملا جو آپ کے جانشین ہوئے ۔

وفات

اس حقیقی بحر العلوم اور آسمان فضل وکمال نے ۱۲ رجب ۱۲۲۵ھ کو مدراس میں وفات پائی اور دوسرے دن مسجد والا جاہی کے صحن سے ملحق دائیں جانب کے احاطہ میں ان کو سپرد خاک کیا گیا ۔ مزار اب تک زیارت گاہ خلائق ہے اور وہاں کے لوگ اب تک مزار کی عظمت وعلمیت کو مانتے ہیں ۔ تذکرہ علمائے ہند مصنفہ رحمان علی[1] میں سن وفات ۱۲۳۵ھ (دوازدہ صد وسی پنج ہجری) تحریر ہے اور غالباً اسی پر زبید احمد[2] نے بھی اعتماد کیا ہے ۔ البتہ بروکلمان[3] نے دونوں سنین وفات کا ذکر کرکے اول الذکر ہی کو ترجیح دی ہے اور یہی صحیح ہے ان کی تائید ان عربی تذکروں سے ہوتی ہے جن میں سن وفات صاف طور لفظوں میں "توفی سنة خمس وعشرین بعد الالف والمائتین[4]" یا "سنة خمس وعشرین ومائتین والف[5]" تحریر ہے جس کی مزید تائید متعدد قطعات وفات سے بھی ہوتی ہے جن میں مولوی احمد تمنا علی

۱۔ رحمان علی : تذکرہ علمائے ہند (لکھنؤ، ۱۹۱۴ء) ص ۲۳، ۱۲۲ نیز قاموس مصدر سابق ، ص ۳۰۵

۲۔ Zubaid Ahmad : The Contribution of India to Arabic Literature (Lahore 1968), PP. 306, 336, 339, 367, 388, 416 And 434

۳۔ Brockelmann : GAL S II (Leiden 1938) P. 624

۴۔ محمد قیام الدین عبد الباری : آثار الاول من علماء فرنگی محل (لکھنؤ ، بے ت) ، ص ۲۵

۵۔ حسنی : مصدر سابق ، ص ۲۸۶

عضوی خوشنود (م ۱۲۷۰ھ) کا حسب ذیل قطعۂ خاص طور پر قابلِ ذکر ہے:

چو رفت از جہاں فاضلِ نامور — کہ بودہ است کالشمس بین النجوم

خرد یافت تاریخِ سالِ وفات — بزیرِ زمیں رفت گنجِ علوم

نیز "قدارتحل مولانا ملک العلماء[۱]" سے بھی یہی سالِ وفات نکلتا ہے۔

اولاد مولانا کے تین بیٹے اور تین[۳] ہی بیٹیاں تھیں:

بیٹوں میں سب سے بڑے مولوی عبد الاعلیٰ تھے۔ کتب درسیہ اپنے والد ماجد سے پڑھ کر ایک عرصہ تک سلسلہ درس و تدریس جاری رکھا مگر چونکہ کوئی صورت معاش نہ تھی اس لئے وطن سے چل کھڑے ہوئے اور کلکتہ پہونچے لیکن وہاں بھی جب حصولِ مقصد کی کوئی سبیل نہ نکل سکی تو پھر چار و ناچار وطن واپس آئے۔ ابھی کچھ ہی دنوں قیام کیا تھا کہ خانہ جنگیوں سے گھبرا کر پھر کلکتہ چلے گئے لیکن حصولِ معاش کی پھر بھی کوئی شکل پیدا نہ ہوئی تو والد ماجد کے پاس مدراس چلے گئے وہاں کچھ ہی دنوں سلسلہ درس و تدریس جاری رکھا تھا کہ بیمار پڑ گئے جب علالت نے زیادہ طول کھینچا تو والد ماجد سے بامرار اجازت لے کر وطن واپس ہو رہے تھے کہ مدراس سے چند منزل کے فاصلہ پر ۲۸ شعبان ۱۲۰۵ھ میں انتقال فرمایا۔[۴]

منجھلے صاحبزادے مولوی عبد الناصر تھے آپ نے بھی ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی اور کچھ کتب درسیہ خاندان کے دوسرے علماء بالخصوص مفتی محمد یعقوب بن ملا عبد العزیز[۵] اور

۱۔ کوکن: مصدر سابق، ص ۲۶

۲۔ ایضاً

۳۔ کوکن نے صرف ایک بیٹی کا ذکر کیا ہے، حوالہ بالا، ص ۳۴

۴۔ عنایت اللہ: مصدر سابق ص ۱۴۲، نیز نزہۃ: مصدر سابق ص ۲۴-۲۵ و کوکن: مصدر سابق ص ۲۵

۵۔ حالات کے لئے ملاحظہ ہو عنایت اللہ: مصدر سابق، ص ۱۴۲ و ۲۰۵

ملا ولی بن قاضی غلام مصطفےٰ سے پڑھیں ۔ ذہن رسا پایا تھا اس لئے بہت جلد منقولات و معقولات پر عبور حاصل کر لیا لیکن تنگ حالی نے درس و تدریس کا موقعہ نہیں دیا اور جب کسب معاش کا کوئی ذریعہ نہ نکلا تو ناچار پدر بزرگوار کے پاس مدراس پہنچے مگر وہاں بھی کوئی صورت نہ نکلی تو پھر لکھنؤ چلے آئے اور ایک مدت تک یہیں قیام کیا جب زیادہ پریشان ہوئے تو نواب امیر خاں کے معسکر میں شرکت کی غرض سے روانہ ہوئے ۔ ان دنوں ان حدود میں جنگ چھڑی ہوئی تھی اور راستہ کے تمام کنووں میں لوگوں نے زہر ڈال دیا تھا یہی زہریلا پانی مولانا کے لئے داعی اجل ثابت ہوا اور ۲۸ شعبان ۱۲۴۴ھ میں انتقال کیا۔[۲]

سب سے چھوٹے صاحبزادے ملا عبد الرب نے بچپن ہی سے بحر العلوم کے سایۂ عاطفت میں تعلیم پائی تھی اور انھوں نے بھی اپنے اس لڑکے کی تعلیم و تربیت میں بڑی ہی محنت و جانفشانی کی تھی اور بڑے ہی لاڈ و پیار سے پالا پوسا تھا ۔ شاہجہانپور ، رامپور ، بوہار اور مدراس ہر جگہ اپنے ساتھ رکھا مگر وہ صرف کوشش ہی کر سکتے تھے فطرت بدلنا ان کے اختیار میں نہ تھا ۔ تحصیل علوم کے باوجود تدریس کی طرف طبیعت راغب نہ ہوئی اور سیر و سیاحت ہی کا شوق رہا کچھ دنوں مدراس میں قیام کے بعد شادی کی غرض سے وطن واپس ہوئے اور شیخ عزیز اللہ انصاری سہالوی کی دختر سے عقد کیا مگر سیر و سیاحت کا شوق بدستور قائم رہا ۔ کئی مرتبہ مدراس گئے ، ممالک دکن کی سیاحت کی اور کچھ دنوں کلکتہ میں بھی قیام رہا ۔ بحر العلوم کے انتقال کے بعد نواب مدراس نے ان کو سلطان العلماء کا خطاب دے کر مسند درس پر بٹھانا چاہا مگر ان کی طبیعت اس میں نہ لگی اور وطن چلے آئے جہاں بالآخر ۲۶ رمضان ۱۲۵۳ھ کو وفات پائی۔[۳]

۱۔ حالات کے لئے ملاحظہ ہو عنایت اللہ : مصدر سابق ، ص ۱۴۳ اور ۱۹۶

۲۔ عنایت اللہ : مصدر سابق ، ص ۱۴۳ ۔ ۱۴۴ ، نزہۃ : مصدر سابق ص ۲۵ و دکن : مصدر سابق ، ص ۲۲ ۔ ۲۴

۳۔ عنایت اللہ : مصدر سابق ، ص ۱۴۶ نزہۃ : مصدر سابق ص ۲۵ ۔ ۲۶ دکن : مصدر سابق ، ص ۲۴۳ ۔ ۵۵

سب سے بڑی بیٹی کا عقد ملا ازہار الحق بن ملا احمد عبدالحق سے ہوا جن سے ایک صاحبزادی اور دو صاحبزادے مولوی ضیاء الحق و ظہور الحق پیدا ہوئے جن میں اول الذکر عین جوانی میں دریا میں غرق ہو گئے۔ صاحبزادی کا عقد مولوی حیدر بن ملا مبین سے ہوا تھا مگر اب ان دونوں سے کوئی اولاد پسری باقی نہیں ہے[1] منجھلی بیٹی کا عقد مولوی عزیز اللہ بن ملا ولی انصاری کے ساتھ ہوا جو لاولد فوت ہوگئے[2] چھوٹی بیٹی کا عقد مولانا علاء الدین بن مولانا انوار الحق سے ہوا جنھوں نے بحر العلوم ہی سے تعلیم حاصل کی تھی اور تلاش معاش کے سلسلہ میں مدراس پہونچے تھے جہاں مدرسہ کلاں میں مدرس ہو گئے اور بحر العلوم کی وفات کے بعد انھیں صدر مدرس مقرر کیا گیا۔ درحقیقت یہی بحر العلوم کے ظاہری و باطنی جانشین ہوئے اور ملک العلماء کے خطاب سے بھی ملقب ہوئے، آپ کی وفات ۱۰ رشوال ۱۲۴۲ھ میں ہوئی ان سے بفضل خدا اب تک اولاد موجود ہے[3]

اخلاق و عادات بحر العلوم کے اخلاق و عادات کی سب سے نمایاں صفت فیاضی اور دریا دلی تھی، جو کچھ آتا احباب و فقراء میں تقسیم کر دیتے اور اہل وعیال کی عسرت و تنگ حالی کی پرواہ نہ کرتے۔ کبھی کبھی نواب والاجاہ کو خبر ہو جاتی تو وہ براہ راست کچھ بھیجا کرتے تھے۔ مزاج میں ادعاء و تمکنت تھی کسی سے بھی دبتے نہ تھے۔ مناظرہ ومباحثہ کے بے حد شائق تھے، تصنیفات میں بھی انداز طبیعت کی جھلک نظر آتی ہے[4]۔ حلقۂ درس بے حد وسیع تھا جس میں مسلمانوں کے ساتھ ہندو بھی شریک ہوتے تھے۔ مشہور شاعر و مغنی راجہ کلیان لعل

۱۔ عنایت اللہ: مصدر سابق، ص ۲۸۔۲۹ و ۱۴۱

۲۔ حوالہ بالا، ص ۸۰۔ ۸۱ و ۱۴۱

۳۔ حوالہ بالا، ص ۹۱ و ۱۴۱ نیز کوکن: مصدر سابق، ص ۲۴۔۲۵

۴۔ شبلی نعمانی: مصدر سابق، ص ۱۲۰۔ ۱۲۱

بہادر خرد بحرالعلوم کے شاگرد تھے[1]۔

تلامذہ

علم و فضل کے اس بحرِ بیکراں نے نہ معلوم کتنے ہی تشنگانِ علم کو سیراب کیا ہوگا لیکن بحرالعلوم کے تذکرہ نگاروں نے اُن کے تلامذہ کا خاص طور پر ذکر نہیں کیا ہے غالباً یہی وجہ رہی ہوگی کہ ان کا استقصا ممکن نہ تھا۔ ان کی کثرت کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ نواب فیض اللہ خاں والی رامپور ان کی کفالت کا بار نہ اٹھا سکے[2]۔ البتہ بحرالعلوم کے تلامذۂ خاص میں حسب ذیل خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں:

۱۔ مولوی محمد غوث شرف الملک بہادر (۱۱۶۶ــ۱۲۳۸ھ) جو مولوی ناصر الدین محمد (م ۱۲۰۶ھ) کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے اور ۷ رمضان ۱۱۶۶ھ میں آرکاٹ میں پیدا ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ وہاں انگریزوں اور فرانسیسیوں کی باہمی کشمکش کی وجہ سے بہت افراتفری و بے اطمینانی تھی، مولوی غوث کی تعلیم کا ابتدائی دور بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا پھر بھی انھوں نے اپنی تعلیم جاری رکھی البتہ ابتدا میں ان کا حافظہ بے حد کمزور تھا اس لئے کہا جاتا ہے کہ اُن کے دادا قاضی نظام الدین احمد صغیر (۱۱۱۳ــ۱۱۸۹ھ) نے اپنے کمال باطنی سے ان پر کامل توجہ فرمائی جس کے بعد" محمد غوث نے خواب میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ وہ انھیں اپنے دست مبارک سے زمزم کا پانی پلا رہے ہیں، جب بیدار ہوئے تو ان کے اندر ایک انشراحی کیفیت پیدا ہو چکی تھی، انھوں نے اپنے دادا سے خواب بیان کیا تو انھوں نے ازدیادِ علم مراد لیا۔ اس کے بعد ان کا حافظہ اتنا مضبوط ہو گیا تھا کہ دوسرا کوئی شخص اُن کی برابری نہیں کر سکتا تھا[3]"

۱۔ کوکن: مصدر سابق، ص ۱۹

۲۔ سید سلیمان ندوی: بحرالعلوم، الندوہ (لکھنؤ، جون ۱۹۰۷ء) ج ۴ ش ۵ ص ۲۶ ــ ۲۷

۳۔ محمد یوسف کوکن: خانوادۂ قاضی بدر الدولہ (مدراس، ۱۹۶۳ء) ج ۱، ص ۱۴۸

مولوی محمد غوث نے ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے دادا ہی سے حاصل کی مگر ۱۱۸۹ھ میں ان کے انتقال کے بعد مختلف مقامات کا علمی سفر کیا۔ . . . .

مولوی امین الدین احمد خاں (م ۱۱۹۵ھ) اور مولوی ولی اللہ بن عبد العلیم البہاری (م ۱۲۰۵ھ) کے سامنے زانوے تلمذ تہ کیا اس کے بعد مدراس آکر نواب امیر الامرار کے ملازمین میں داخل ہوگئے جنھوں نے انھیں اپنے فرزند ارجمند کا اتالیق مقرر کیا جو ۱۲۱۶ھ میں نواب عظیم الدولہ کے لقب سے گدی نشین ہوئے۔ نواب والاجاہ کی دعوت پر جب ۲۴ر ذی الحجہ ۱۲۰۵ھ کو بحر العلوم مدراس پہونچے تو ان کے علم و فضل کی شہرت کے باعث لوگ جوق در جوق ان سے استفادہ کرنے کے لئے آنے لگے مگر نہ معلوم کیوں مولوی محمد غوث کو ان کے درس میں شریک ہونے میں تامل و تردد رہا بالاخر انھوں نے اپنے دادا، قاضی نظام الدین احمد صغیر کے بتلائے طریقہ پر استخارہ کیا جس کے بعد شرمندگی کے باعث بجائے خود بحر العلوم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا خواب بیان کرنے کے، انھوں نے چچیرے چچا غلام قادر کے نام خط لکھ کر گذارش کی کہ وہ انھیں کسی طرح بحر العلوم کی خدمت میں پہونچا دیں۔ چنانچہ ان سے منطق، فلسفہ اور علم کلام کی مختلف کتابیں پڑھیں اور اس طرح مختلف علوم و فنون میں دستگاہ تامہ حاصل کی اور بالاخر بحر العلوم کے سب سے نامور تلامذہ میں ان کا شمار ہونے لگا۔

مولوی محمد غوث نہ صرف ایک زبردست عالم دین ہی تھے بلکہ ماہر طبیب بھی تھے اور جیسا کہ ان کی کتاب سواطع الانوار سے پتہ چلتا ہے انھیں فن ریاضی اور علم ہیئت میں بڑا درک حاصل تھا مزید برآں وہ ایک بہترین اتالیق ہونے کے علاوہ حکومتی امور میں بھی کافی دستگاہ رکھتے تھے۔ انھوں نے ۱۱ر صفر ۱۲۳۸ھ میں وفات پائی اور مسجد والاجاہی مدراس کے شمالی احاطہ میں مدفون ہوئے اور بہت سی عربی و فارسی تصانیف اپنی یادگار چھوڑیں، آپ کے تین لڑکے اور چار لڑکیاں تھیں جن میں مولوی عبد الوہاب مدار الامرار (۱۲۰۸ - ۱۲۸۵ھ) اور مولوی محمد صبغتہ اللہ قاضی بدر الدولہ (۱۲۱۱ - ۱۲۸۰ھ) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ موخر الذکر نے رضوان اللہ علیہ سے
۱۲۳۸ھ

اپنے والد کی تاریخ وفات نکالی

مولانا محمد یوسف کوکن نے مولوی محمد غوث کی اکتیس ۳۱ عربی و فارسی تصانیف کا ذکر کیا ہے[۱] جن میں متعدد چھوٹے چھوٹے رسائل ہیں اور چند کے اب صرف نام ہی محفوظ رہ گئے ہیں، میں ان میں سے صرف انیس ۱۹ کا مختصر تعارف کرانے پر اکتفا کروں گا جو دستبرد زمانہ سے محفوظ رہ گئی ہیں اور کسی نہ کسی حیثیت سے کسی خصوصیت کی حامل ہیں، ان کے اسماء الفبائی ترتیب سے درج ذیل ہیں:

۱۔ انہار المفاخر فی مناقب السید عبدالقادر، یہ کتاب فارسی میں شیخ عبدالقادر جیلانی (۱۰۷۸ — ۱۱۶۶ء) کے حالات میں ہے اور ۲۸ رشعبان ۱۲۰۹ھ کو مکمل ہوئی انہار المفاخر (۱۲۰۹ھ) اس کا تاریخی نام ہے۔ یہ کتاب بڑی تقطیع کے ۴۴۲ صفحات پر مشتمل ہے اور ۱۲۹۷ھ میں مطبع حیدری مدراس سے شائع ہوئی تھی۔

۲۔ برہان الحکمۃ ترجمہ ہدایۃ الحکمۃ، ہدایۃ الحکمۃ منطق میں شیخ اثیر الدین مفضل بن عمر الابہری (م ۱۲۶۱ء) کی مشہور کتاب ہے جو عربی مدارس کے نصاب میں شامل ہے اس کی متعدد شرحیں لکھی گئی ہیں جن میں ملا حسین معین المیبذی (م ۱۳۶۶ء) اور صدر الدین محمد بن ابراہیم المعروف بصدرائے شیرازی (م ۱۳۲۴ء) خاص طور پر متداول ہیں اور علی الترتیب میبذی اور صدرا کے نام ہی سے مشہور و معروف ہیں، مولانا عبدالحق خیر آبادی (۹-۱۸۲۸ — ۱۸۹۹ء) نے بھی شرح ہدایۃ الحکمۃ کے نام سے اس کی ایک شرح لکھی ہے جو بعض مدارس کے نصاب میں شامل ہے۔ مولوی محمد غوث نے اس کا فارسی میں تشریحی ترجمہ کیا تھا جو مدراس میں چھپا تھا اور ایک زمانہ تک وہاں کے مدارس عربیہ کے نصاب میں شامل رہا۔

۱۔ ایضاً، ص ۱۶۱ - ۱۸۷، تفصیلات ذیل بیشتر انھیں صفحات سے ماخوذ ہیں۔ کچھ مزید تصانیف کا ذکر سید عبدالحی الحسنی نے بھی کیا ہے ملاحظہ ہو مصدر سابق، ص ۴۵۹ - ۴۶۰

۳۔ بسائم الازہار فی الصلوۃ علی سید الابرار: اس کتاب میں درود شریف سے متعلق مختلف مسائل کی فارسی میں تشریح کی ہے اور یہ ۱۱۲ صفحات پر مشتمل ۱۲۷۵ھ میں مطبع مظہر العجائب مدراس سے شائع ہو چکی ہے۔

۴۔ بسط الیدین لاکرام الابوین: اس مختصر عربی رسالہ میں آیات قرآنی و احادیث کی روشنی میں والدین کے ساتھ اکرام و احترام سے پیش آنے کو ثابت کیا گیا ہے جس کا مبیضہ ۲۹ رمضان ۱۲۰۵ھ میں مکمل ہو گیا تھا مگر غالباً زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکا البتہ اس کا فارسی ترجمہ تنویر العینین علی البسط الیدین لاکرام الابوین کے نام سے ۳۶ صفحات پر مشتمل ۱۲۹۶ھ میں نظام المطابع مدراس سے شائع ہو چکا ہے جو مولوی محمد غوث[1] اعانت خاں کا کیا ہوا ہے جو مصنف کے پوتے اور ان کے صاحبزادہ قاضی بدر الدولہ کے فرزند تھے۔

۵۔ تعلیقات علی شرح قطر الندی، قطر الندی دبل الصدی کے نام سے ابو عبداللہ بن ہشام النحوی (م ۷۶۰ء) کی نحو میں ایک مشہور کتاب ہے اس کی شرح[2] پر مولوی محمد غوث نے مختلف تعلیقات لکھی تھیں جنھیں خود ان کے دوسرے پوتے مولوی محمد عبداللہ صدارت خاں نے جو قاضی بدر الدولہ کے فرزند تھے کتابی شکل میں جمع کر دیا ہے اس کا ایک قلمی نسخہ جو ۸۶ صفحات پر مشتمل ہے امیر نواز جنگ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

۶۔ خلاصۃ البیان شرح عقیدہ [عقائد] مولانا عبدالرحمٰن: مولانا عبدالرحمٰن جامی (۱۴۱۴ — ۱۴۹۲ء) نے عقائد کے متعلق فارسی میں ایک منظوم رسالہ لکھا تھا جو بہت مقبول ہوا یہاں تک کہ طلبار کو حفظ کرایا جانے لگا۔ انھیں کے افادہ کی غرض سے مولوی محمد غوث نے اس کی شرح لکھنا شروع کی تھی جسے وہ مکمل نہ کر سکے اور پھر ان کے بڑے لڑکے عبدالوہاب

۱۔ کوکن: مصدر سابق ص ۱۶۵ پر مترجم کا نام حاجی محمد غوث تحریر ہے جو مدار الامرا کے نواسہ تھے۔

۲۔ قطر الندی کی متعدد شرحیں ہیں جن میں ایک خود ابن ہشام کی بھی ہے غالباً یہ اسی کے تعلیقات ہیں۔

مدار الامراء (۱۲۰۸ــ۱۲۸۵ھ) نے ۲۷ ذی قعدہ ۱۲۶۹ھ میں مکمل کیا جو ۱۲۷۱ھ میں مطبع شرفیہ مدراس میں چھپا جس کے ۲۱۵ صفحات ہیں۔

۷۔ خواص الحیوان : یہ درحقیقت ان کے دادا قاضی نظام الدین احمد کبیر (م ح ۱۱۰۰ھ) کے چند نوٹس تھے جن کو انھوں نے ہجی ترتیب کے لحاظ سے جمع کر دیا تھا یہ کتاب ۱۲ صفر ۱۱۹۴ھ میں مکمل ہو گئی تھی اس کا ۱۲۳۷ھ کا لکھا ہوا ایک قلمی نسخہ امیر نواز جنگ کے کتب خانہ میں موجود ہے جو ۱۱۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

۸۔ رسالہ در رد خواجہ کمال الدین خاں : خواجہ کمال الدین خاں (م ۱۲۲۲ھ) اور مولوی محمد غوث کے استاد مولوی امین الدین احمد (م ۱۱۹۵ھ) میں کچھ معاصرانہ چشمک ہو گئی تھی چنانچہ موخر الذکر نے خواجہ صاحب کے سامنے تین فقہی مسئلے[1] رکھے کہ وہ ان کا جواب دیں خواجہ صاحب نے ان کا جو جواب دیا وہ زیادہ وزنی نہ تھا اور اصل اعتراضات بڑی حد تک باقی رہے پھر بھی لائق شاگرد نے اُن جوابات پر تعلیقات لکھ کر اپنے استاد کی تائید کی "یہ رسالہ عقلی تگ وتاز کی ایک بہترین مثال ہے"[2] اس کا ایک قلمی نسخہ جو ۴۲ صفحات پر مشتمل ہے، مدرسہ محمدی مدراس کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

۹۔ رشحات الاعجاز فی تحقیق الحقیقۃ والمجاز : یہ فارسی میں حقیقت ومجاز کے متعلق تیس صفحات پر مشتمل ایک مختصر رسالہ ہے جو ۱۲۰۵ھ میں تحریر کیا گیا تھا اس میں آیات قرآنی کی مثالیں پیش کی گئی ہیں اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ مدرسہ محمدی دیوان صاحب باغ مدراس میں ہے۔

۱۰۔ زواجر الارشاد الی اہل دار الجہاد : یہ مقامات حریری کے انداز پر عربی میں لکھا ہوا ایک مختصر مقالہ ہے جس میں حازم بن الصدوق کو راوی اور ابوالیسیر السراجی کو ہیرو بنایا گیا ہے

۱۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کوکن : مصدر سابق، ص ۱۷۵ ـ ۱۷۶

۲۔ کوکن : مصدر سابق، ص ۱۷۶

یہ صرف گیارہ صفحات پر مشتمل ہے اور ۱۲۱۴ھ کا تحریر کردہ ہے جبکہ مصنف کا قیام حیدر آباد میں تھا اس لئے اس میں وہاں کی معاشرت اور لوگوں کے اطوار و عادات پر طنز کیا ہے ۱۲۳۲ھ میں قاضی بدر الدولہ نے ۲۷ صفحات پر مشتمل اپنے والد کے اس مقالہ کی عربی میں ایک شرح لکھی تھی جس کا نام مناہج الرشاد شرح زواجر الارشاد رکھا تھا۔ یہ مقالہ اور اس کی شرح دونوں امیر نواز جنگ (حیدر آباد) کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔

۱۱۔ سواطع الانوار فی معرفۃ اوقات الصلوٰۃ و الاسحار: یہ نو صفحات پر مشتمل ایک عربی رسالہ ہے جو ۱۰ر شوال ۱۱۹۹ھ کو مکمل ہوا اس میں اوقات صلوٰۃ وسحر کی پہچان کے اصول و طریقے بیان کئے گئے ہیں۔ اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ امیر نواز جنگ (حیدر آباد) میں موجود ہے۔

۱۲۔ فتاویٰ ناصریہ: یہ تقریباً چھ سو صفحات پر مشتمل مختلف فتووں کے جوابات ہیں، درحقیقت مولوی ناصر الدین محمد م (۱۲۰۶ھ) جب آرکاٹ کے قاضی تھے تو فقہ حنفی کے مطابق فتاویٰ دیا کرتے تھے جنھیں ان کے لائق فرزند نے فقہی ابواب پر مرتب کرنے کی کوشش کی تھی مگر پایۂ تکمیل کو نہ پہونچ سکی اور اس کا جو قلمی نسخہ کتب خانہ امیر نواز جنگ میں پایا جاتا ہے اس میں بعض صفحات سادہ ہیں۔

۱۳۔ الفوائد الصبغیۃ شرح الفرائض الرحبیۃ: ابو عبد اللہ محمد بن علی الرحبی المعروف بابن المتفنۃ (م ۱۱۰۴ — ۱۲۸۲) کی علم الفرائض میں ایک مشہور عربی نظم ہے جس کا نام بغیۃ الباحث مابغیۃ الباحث عن جل الموارث ہے مگر یہ عام طور پر "الرحبیۃ" کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی بہت سی شرحیں لکھی گئی ہیں جن میں سے صرف دو، ایک محمد بن محمد اللہ دمشقی المعروف لسبط المارديني (۱۴۲۳ھ — ۱۵۰۶) اور دوسری ابوبکر بن احمد السبتی کی شارح تک پہونچی تھیں جو ان کے خیال میں بہت مختصر اور طلبا کی ضروریات کے لئے ناکافی تھیں اس لئے انھوں نے اپنے دونوں لڑکوں عبد الوہاب (مدار الامراء) اور صبغۃ اللہ (قاضی بدر الدولہ) کے اصرار پر ۱۲۳۲ھ

میں یہ شرح لکھی تھی جو ۲۶۸ صفحات پر مشتمل ہے اور اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ مدرسہ محمدی دیوان صاحب باغ مدراس میں بھی ہے ۔ البتہ سید عبدالحی الحسنی نے اس کتاب کا نام الفوائد السبغمیۃ فی شرح الفرائض السراجیہ[۱] تحریر کیا ہے ۔

۱۴۔ کفایت المبتدی فی فقہ الشافعی : یہ ۱۱۸۲ھ کا عربی میں لکھا ہوا ۳۶ صفحوں کا ایک مختصر رسالہ ہے جس میں فقہ شافعی کے لحاظ سے آسان زبان میں اس کے ضروری مسائل کا بیان ہے اور اس کا ایک قلمی نسخہ امیر نواز جنگ کے کتب خانہ میں ہے ۔

۱۵۔ مجموعہ مسائل فقہ شافعی : جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے یہ بھی فقہ شافعی کے مسائل پر عربی میں ایک مختصر رسالہ ہے جو ۶۲ صفحات پر مشتمل ہے اور اس کا ایک نسخہ حاجی الحاج محمد عبداللہ مدراس کے کتب خانہ میں ہے ۔

۱۶۔ نثر المرجان فی رسم نظم القرآن : یہ مصنف کی سب سے اہم اور معرکۃ الآرا تصنیف ہے جو انھوں نے اپنے استاد بحر العلوم کی ایما پر عربی میں تصنیف کی جو سات ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اور علوم قرآنی میں بیش قیمت وگراں قدر اضافہ ہے ۔ شروع میں ایک مقدمہ اور دو مقالے ہیں مقدمہ میں علم رسم الخط کے مبادیات پر بحث ہے اور اہم مصادر و مراجع کا ذکر ہے ، پہلے مقالہ میں اصول سے بحث کی اور دوسرے مقالہ میں قرآن مجید کی آیات کے رسم الخط سے بحث ہے اس کے بعد اصل کتاب شروع ہوتی ہے جس کی پہلی جلد سورۂ نساء تک ، دوسری جلد سورۂ توبہ تک ، تیسری جلد سورۂ نحل تک ، چوتھی جلد سورۂ فرقان تک ، پانچویں جلد سورۂ یٰسین تک ، چھٹی جلد سورۂ حجرات تک اور آخری جلد سورۂ ناس تک ہے ، اس کی تصنیف بحر العلوم کی وفات کے ایک سال بعد یعنی ۱۲۲۶ھ میں مکمل ہوئی ۔ یہ حیدر آباد سے شائع ہو چکی ہے ۔

۱۷۔ النجم الوقاد فی شرح قصیدۃ بانت سعاد : یہ مشہور مخضرمی شاعر کعب بن زہیر (م ۶۶۲ء)

۱۔ حسنی : مصدر سابق ، ص ۳۵۹

کے اس قصیدہ کی شرح ہے جو خود اس نے ۶۳۰ء میں مسجد نبوی میں پڑھا تھا، یہ ستاون ابیات پر مشتمل ہے چونکہ اس کا پہلا مصرعہ 'بانت سعاد فقلبی الیوم متبول' ہے اس لئے یہ اُس کے ابتدائی دو الفاظ سے مشہور و معروف ہو گیا، اور چونکہ عربی مدارس کے نصاب میں بھی شامل رہا اس لئے طلبار کی ضروریات کے پیش نظر اس کی متعدد شروح لکھی گئیں، یہ شرح ۶۶ صفحات پر مشتمل ہے اور اس کا ایک قلمی نسخہ حاجی ابوا حمد محمد عبداللہ کے کتب خانہ میں مدراس میں ہے۔

۱۸۔ ہدایۃ النوی علی المنہج السوی فی الطب النبوی: یہ درحقیقت شیخ جلال الدین السیوطی (۱۴۴۵۔ ۱۵۰۵) کی طب نبوی میں مشہور کتاب المنہج السوی والمنہل الروی فی الطب النبوی کی فارسی شرح ہے جو ۱۱۸۹ھ میں مکمل ہوئی تھی، اس کا ایک قلمی نسخہ جو ۳۸۴ صفحات پر مشتمل ہے امیر نواز جنگ (حیدر آباد) کے کتب خانہ میں ہے۔

۱۹۔ الیواقیت المنثورہ فی الاذکار الماثورہ: یہ اوراد واذکار کی معتبر کتابوں سے منتخب اذکار کا فارسی میں ترجمہ ہے جو ۲۴۴ صفحات پر مشتمل ہے اس کا ۱۲۲۷ھ کا لکھا ہوا ایک قلمی نسخہ امیر نواز جنگ (حیدر آباد) کے کتب خانہ میں ہے۔

۲۔ بحر العلوم کے دوسرے نامور شاگرد ملا علاء الدینؒ بن انوار الحق لکھنوی تھے جو فرنگی محل میں پیدا ہوئے۔ کچھ درسیات ملا محمد مبین فرنگی محلی (م ۱۲۲۵ھ) شارح سلم العلوم و مسلم الثبوت سے پڑھیں اور کچھ اپنے چچا ملا ازہار الحق سے پڑھیں اس کے بعد انھیں کے ہمراہ بحر العلوم کے پاس بوہار چلے گئے اور فاتحۃ الفراغ پڑھ کر وطن واپس ہوئے پھر جب بحر العلوم مدراس پہونچے تو ان کی خدمت میں وہاں پہونچے اور تعلیم و تعلم میں مشغول رہے۔ بحر العلوم کے انتقال کے بعد نواب مدراس نے انھیں مدرسہ کلاں کا صدر مدرس مقرر کیا نیز ملک العلماء کے خطاب سے بھی سرفراز کیا۔ ۱۰ر شوال ۱۲۴۲ھ

۱۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: حسنی: مصدر سابق، ص ۳۴۰، عبدالباری، مصدر سابق، ص ۱۸۔۱۹، عنایت اللہ مصدر سابق، ص ۹۱۔۹۲، قادری، مصدر سابق، ص ۲۴۰ والطاف الرحمٰن، مصدر سابق، ص ۲۷ تا ۲۸۔

میں آپ کا مدراس میں انتقال ہوا اور وہیں بحر العلوم کے پہلو میں دفن ہوئے۔

آپ کی تصانیف میں مولوی علی اکبر الہ آبادی کی مشہور درسی تصنیف فصول اکبری کی مختصر شرح اور حاشیہ میر زاہد علی الرسالۃ القطبیہؒ کا ہی پتہ چلتا ہے۔ اگرچہ آپ کی تصانیف کی تعداد سابق شاگرد سے بہت کم ہے پھر بھی آپ درس و تدریس میں بے حد ممتاز تھے اور آپ کی علم نوازی کا جنوب ہند ہمیشہ رہین منت رہے گا

۳۔ بحر العلوم کے تیسرے نامور شاگرد مولانا عماد الدین اللبکنیؒ ہیں جو منطق و فلسفہ میں بڑی دستگاہ رکھتے تھے، آپ نے بحر العلوم کے حرمین شریفین جانے کے بعد ملا حسن (م ۱۲۰۹ھ) صاحب سلم العلوم و شرح مسلم الثبوت وغیرہ سے بقیہ شرح چغمینی پڑھی اور تمام عمر درس و تدریس میں مشغول رہے اور ستر سال کی عمر میں وفات پائی۔

آپ کی تصانیف میں حسب ذیل قابل ذکر ہیں:

۱۔ حاشیۃ علی شرح التہذیب للیزدی، تہذیب المنطق والکلام سعد الدین التفتازانی (۱۳۲۲ — ۱۳۸۹ء) کی مشہور کتاب ہے جو مدارس عربیہ کے نصاب میں داخل ہے اس کی متعدد شرحیں لکھی گئی ہیں جن میں ایک عبد اللہ الیزدی کی بھی ہے۔ یہ اسی کتاب کا حاشیہ ہے۔

۱۔ اس کتاب کا ذکر عبد الباری، مصدر سابق ص ۱۸ و الطاف الرحمن، مصدر سابق ص ۲۷ نیز عنایت اللہ مصدر سابق ص ۹۱ پر ہے۔

۲۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: حسنی، مصدر سابق ص ۲۳۹ و قادری، مصدر سابق ص ۲۵۵ و زبید احمد، مصدر سابق ص ۳۰۳۔

۳۔ علم ہیئت میں محمد بن محمد الجغمینی (م ۱۳۴۴ء) کی الملخص فی الہیئۃ کافی مشہور ہے اس کی ایک شرح مولیٰ بن محمود قاضی زادہ نے لکھی تھی جو شرح چغمینی کے نام سے مشہور ہے۔

۲۔ حل المعاقد و توضیح المقاصد ، یہ فلسفہ کے مسائل سے متعلق مختصر رسالہ ہے جو ۱۸۸۱ء میں ملتان میں چھپ چکا ہے۔

۳۔ رسالہ فی المقولات العشرہ ، اس میں محقق طوسی کے ابیات کی شرح لکھی ہے۔

۴۔ العشرۃ الکاملۃ : اس میں علم معقولات کی ابحاث ہیں۔

۵۔ العقدۃ الوثیقۃ : یہ بھی علم معقولات کے چند مباحث پر مشتمل ہے۔

زبید احمد نے بحر العلوم کے اور شاگرد حافظ غلام محمد بن شیخ محی الدین بن شیخ عمر کا بھی ذکر کیا ہے جو اسلمی مدراسی کہلاتے تھے اور جن کا نام محمد سعید اسلمی بھی بتلایا جاتا ہے مگر ان کے متعلق بجز اس کے کچھ پتہ نہیں چلتا کہ یہ شاہ عبدالعزیز دہلوی (۱۷۴۶ — ۱۸۲۴ء) کے معاصر تھے اور انھوں نے ۱۸۱۳ء میں شاہ صاحب کی کتاب تحفۂ اثنا عشریہ کا عربی ترجمہ الترجمۃ العبقریۃ والصولۃ الحیدریۃ کے نام سے کیا تھا جس کے قلمی نسخے کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد اور خدا بخش اورینٹل لائبریری پٹنہ میں موجود ہیں۔

(باقی)

۱۔ زبید احمد : مصدر سابق ، ص ۳۸۹ — ۳۹۰

گذارش

خریداری برہان یا ندوۃ المصنفین کی ممبری کے سلسلہ میں خط و کتابت کرتے وقت یا منی آرڈر کوپن پر برہان کی چٹ نمبر کا حوالہ دینا نہ بھولیں تاکہ تعمیل ارشاد میں تاخیر نہ ہو۔ اس وقت بے حد دشواری ہوتی ہے جب ایسے موقعہ پر آپ صرف نام لکھنے پر اکتفا کر لیتے ہیں۔

(منیجر)